بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

آغاز آفرینش عالم سے لیکر ختم نبوت تک سنت الٰہی ہمیشہ یہ رہی ہے کہ جب کبھی کسی قوم نے حق کو یکسر بھلا دیا اور وہ جھوٹ کو سچائی پر، گمراہی کو ہدایت پر، کجروی کو راست کرداری پر ترجیح دینے لگے۔ تو خدا نے اس کی ہدایت کے لئے انبیائے کرام کو مبعوث فرمایا اور انھوں نے رشد و ہدایت کے صراطِ مستقیم کی نشاندہی کر کے فکر و عمل کی تاریک دنیا میں حق پرستی و حق شناسی کی شمع فروزاں کردی۔ اس طرح خیر کو اگر شر پر غلبۂ کامل حاصل نہ بھی ہوا تو دونوں میں یک گونہ توازن ضرور قائم ہو گیا اور حق باطل سے ممیز ہو گیا۔

جس طرح ہدایت کی مختلف قسمیں ہیں گمراہی کے مدارج و مراتب بھی مختلف ہیں۔ کوئی ان میں کم درجہ کی گمراہی ہوتی ہے کوئی شدید اور کوئی شدید ترین۔ ایک شخص اگر دہلی سے کلکتہ کے لئے روانہ ہوتا ہے لیکن بد قسمتی سے وہ پشاور جانیوالی ٹرین میں بیٹھ گیا ہے تو کوئی شبہ نہیں کہ وہ گمراہ ہے۔ لیکن اس کی یہ گمراہی بہر حال اس شخص کی گمراہی سے کم درجہ کی ہے جو پشاور کو ہی کلکتہ کا دوسرا نام سمجھکر پشاور جا رہا ہے اور اپنی جگہ اس کو یقین کامل ہے کہ وہ اصل منزل مقصود کی طرف حرکت کر رہا ہے اس مثال سے واضح کرنا یہ ہے کہ کسی قوم کے لئے کوئی گمراہی اس سے زیادہ شدید نہیں ہو سکتی کہ اس کے عقیدہ و خیال میں زندگی کی قدریں اس طرح بدل جائیں کہ وہ در اصل مضر چیزوں کو اپنے لئے مفید سمجھنے لگے اور زہر ہلاہل کے جام کو شہد و انگبین کا پیالہ جان کر نوش جان کرنے پر آمادہ ہو جائے۔

آپ قید ملک و وطن سے آزاد ہو کر پورے عالم انسانیت پر ایک نظر ڈالئے تو معلوم ہو گا کہ تمام دنیا

آج اسی قسم کی سخت ہولناک ترین گمراہی میں مبتلا ہے۔ اخلاقیات کا نظام الٰہی معطل و بے کار ہوگیا ہے اور اس کی جگہ ایک اور ہی قسم کے مادی اندازِ فکر نے لے لی ہے جو چیزیں انسانیت عامہ کے فطری قانون کے مطابق اب تک بے شرمی و بے حیائی ظلم وسفاکی، درندگی و خونخواری اور عریانی و فحاشی سمجھی جاتی تھیں۔ اب عصر حاضر کے انسان نے اپنی تہذیب و تمدن کے لغت میں ان کو شرافت و شائستگی، روشن دماغی و آزادخیالی اور عالی حوصلگی و وسعت مشربی کا نام دیا ہے اس کی نگاہ زندگی کے صرف مادی رخ تک محدود ہوکر رہ گئی ہے اور اب جب کبھی اس کو اپنے مادی حوائج کی دنیا میں انتشار و بے چینی اور اضطراب و پراگندگی نظر آتی ہے تو اس کے مداوا کے لئے اس کی نگاہیں بیساختہ ایک ایسے نظامِ اقتصادی و معاشی کی طرف اٹھ جاتی ہیں جو اگرچہ اصطلاحاً مذہب نہیں ہے لیکن اس کو جو عالمگیر مقبولیت حاصل ہوتی جارہی ہے اس نے اس نظام کو عواملِ مذہب سے بھی زیادہ قوی اور مضبوط بنادیا ہے اور عام رجحان یہی ہوتا جارہا ہے کہ انسانیت کی عام فلاح و بہبود کا ذریعہ اب اگر کوئی ہے تو صرف یہی ایک نظام ہے۔

مذہب، کارل مارکس کی رائے میں افیون کی چسکی سے زیادہ کوئی وقعت نہیں رکھتا لیکن اب یہی نظامِ اقتصاد جو کارل مارکس کے فلسفہ کی بنیاد پر قائم ہے دنیا کی مختلف قوموں کے لئے افیون کی ایک انٹی بن گیا ہے جس طرح ایک ماں اپنے بچہ کو افیون کی گولی کھلا کر سلا دیتی ہے اور اس سے بچہ کا رونا بند ہوجاتا ہے لیکن بچہ کی عام صحت پر اس کا بہرحال برا اثر ہوتا ہے جس کا خیال اس وقت تک ناسمجھ اور معصوم بچہ کو تو کیا ہوتا۔ خود ماں کو بھی اس کا احساس نہیں ہوتا اسی طرح آج کل کی دنیا کے وہ عوام جو بچہ کی طرح اقتصادی بھوک سے بے چین و بیقرار ہوکر چیخ رہے ہیں۔ انھوں نے خود اپنے لئے سوشلزم اور کمونزم کی چسکی پسند کی ہے اس کا عارضی اثر یہ ضرور ہوگا کہ وہ رونا بند کردیں گے۔

لیکن یہ واقعہ ہے کہ اگر یہ افیون اپنے موجودہ خواص کے ساتھ ان کو اسی طرح دیجاتی رہی اور اس کے ساتھ کوئی بدرقہ شامل نہ کیا گیا تو عام صحت پر اس کا جو مضر اثر ہوگا وہ ان کے لئے کہیں زیادہ مہلک اور خطرناک ہوگا بہرحال اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ چونکہ اس نظام کے پس پشت ایک عظیم الشان سیاسی طاقت بھی ہے اس بنا پر یہ عالمگیر نفوذ و اثر کے ساتھ پھیل رہا ہے اور مشرق و مغرب کی مختلف قومیں اپنے رنگ و نسل اور طبعی

مزاج کے اختلافات کے باوجود اسے اپنا رہی اور لبیک کہہ رہی ہیں۔

یہ گمراہی تو وہ ہے جو فکر و نظر کی راہ سے آرہی ہے اور جس نے انسان کو مرتبۂ انسانیت سے گرا کر محض ایک معاشی حیوان بنا دیا اور اشیاء کے حسن و قبح کا معیار اور انسان کا اندازِ فکر ہی یکسر منقلب کر دیا ہے اس کے علاوہ اب دوسری قسم کی گمراہیوں کا جائزہ لیجئے جو عقیدہ و عمل کی عدم مطابقت سے پیدا ہو رہی ہیں تو صاف نظر آئیگا کہ آج انسانیتِ عامہ جن گمراہیوں میں مبتلا ہے وہ اس کے جسم کو امراضِ مزمنہ کی طرح لگ گئی ہیں اور انھوں نے پورے جسم کو گلا سڑا کر ایک نہایت متعفن اور بدبودار پھوڑے کی شکل میں تبدیل کر دیا ہے۔ بنگال میں تیس لاکھ انسان فقر و فاقہ سے مر گئے۔ اس حادثۂ فاجعہ کا سبب نفع اندوزی اور احتکار ہے جس کو بلا تردد مردم خواری کا دوسرا نام کہا جا سکتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اس جرم کا ارتکاب کیا مادہ پرستوں نے کیا تھا؟ کیا یہ کام ان لوگوں کا تھا جو خدا اور مذہب پر یقین نہیں رکھتے؟ آج عرصۂ ہستی کو کن لوگوں نے اپنی حرص و آز سے جہنم کدۂ آلام و مصائب بنا رکھا ہے؟ کیا یہ سب ان قوموں کا کیا کرایا نہیں ہے جو بہر حال کسی مذہب کی پیرو ہیں۔ اور کسی آسمانی کتاب پر ایمان بھی رکھتی ہیں؟ ان کے علاوہ روزمرہ کی زندگی کا کیا حال ہے؟ گناہ کا وہ کونسا پہلو اور معصیت کی وہ کونسی قسم ہے جو اب عام نہیں؟ اور جس سے ہر ایک طبقہ ہی کم و بیش ملوث نہیں ہے۔

غرض یہ ہے کہ صرف یہ نہ دیکھئے کہ مسلمان قوم کا کیا حال ہے؟ بلکہ پوری کائناتِ انسانی کے اخلاقی اور روحانی زوال پر ایک نگاہ ڈالئے تو یہ حقیقت آشکارا ہوگی کہ آج عالمِ انسانیت ان تمام گنہگاریوں میں مبتلا ہے (بلکہ شاید کسی قدر شدت کے ساتھ) جن کی اصلاح کیلئے انبیاءِ کرام فرداً فرداً مختلف قوموں اور ملکوں میں تشریف لاتے رہے ہیں لیکن اب جبکہ نبوت ختم ہو چکی اور اللہ کی آخری کتاب بھی نازل ہو چکی ہے تو قدرتی طور پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس عالمگیر تباہ حالی اور عام اخلاقی و روحانی بربادی کا علاج کیونکر کیا جا سکتا ہے؟ آپ جواب دینگے کہ وارثین علومِ نبوت اور قرآن مجید کی نشر و اشاعت کے ذریعہ! ہاں بیشک! بجا ارشاد ہوا! لیکن ابھی آپ کو اس پر غور کرنا ہے کہ ان وارثین علومِ نبوت کے اوصاف کیا ہونے چاہئے اور انھیں اسلام اور قرآن کو کس شکل میں اور کس طرح پیش کرنا چاہئے! اس سلسلہ میں انبیائے کرام کا جو طریقِ تبلیغ رہا ہے اور انھوں نے اپنی قوم کے مزاجِ طبیعی اور اس کے خواص کو پہچان کر جس طرح کلمۂ حق کو لوگوں تک قابلِ قبول طریقہ پر پہنچایا ہے اس کا بھی آپ کو جائزہ لینا ہوگا چنانچہ انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں اس پر کسی قدر تفصیل سے گفتگو ہوگی۔

م